قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعہ 13 مارچ 2020ء | 17 رجب 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 63

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُہُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿۲۹﴾

(الرعد:29)

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ سنو! اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔

فرمانِ رسول ﷺ

جنت کے باغ

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا ”اے لوگو! جنت کے باغوں میں چرنے کی کوشش کرو“ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! جنت کے باغ سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا ” ذکر کی مجالس جنت کے باغ ہیں۔“ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ صبح اور شام کے وقت خصوصاً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے اس قدر و منزلت کا علم ہو جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی ہے تو وہ یہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ سے متعلق اس کا کیا تصور ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی ایسی ہی قدر کرتا ہے جیسی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ہے۔

(قشیریہ باب الذکر صفحہ 111)

فرمان خلیفہ وقت

نمازوں کو خالص کرنا بنیادی چیز ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اگر نمازوں میں رو رو کر اپنے رب سے مانگیں گے تو اپنے وعدوں کے مطابق ضرور ہماری دعائیں سنے گا۔ پس سب سے پہلے ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے اپنی نمازوں کو، اپنی دعاؤں کو اس کے لئے خالص کرنا ہو گا۔ اور یہی بنیادی چیز ہے۔ اگر نمازوں میں ذوق اور سکون میسر آ گیا تو سمجھیں سب کچھ مل گیا۔ نمازوں میں خاص طور پر یہ دعا کریں جو ہمیں آنحضرت ﷺ نے سکھائی ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوَاھَا وَزَکِّھَا وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا۔ اے اللہ! میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا کر اور اس کو خوب پاک صاف کر دے، اور تو ہی سب سے بہتر ہے جو اس کو پاک کر سکے ۔ (دل بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی پاک صاف ہوسکتا ہے)۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دلوں کو پاک کرنے کی توفیق دے۔“

(خطباتِ مسرور جلددوم صفحہ 220)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

ارکانِ نماز کی حقیقت

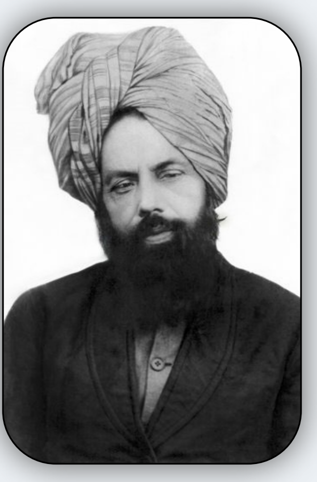

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

” ارکانِ نماز دراصل روحانی نشست و برخاست کے دو حصے ہیں۔ انسان کو خداتعالیٰ کے رُوبرو کھڑا ہونا پڑتا ہے اور قیام بھی آداب خدمت گاراں میں سے ہے۔ رکوع جو دوسرا حصہ ہے بتلاتا ہے کہ گویا تیاری ہے کہ وہ تعمیل حکم کو کس قدر گردن جھکاتا ہے اور سجدہ کمالِ آداب اور کمالِ تذلل اور نیستی کو جو عبادت کا مقصود ہے ظاہر کرتا ہے۔ یہ آداب اور طُرق ہیں جو خداتعالیٰ نے طور یادداشت کے مقرر کردیئے ہیں اور جسم کو باطنی طریق سے حصہ دینے کی خاطر ان کو مقررکیا ہے۔ علاوہ ازیں باطنی طریق کے اثبات کی خاطر ایک ظاہری طریق بھی رکھ دیا ہے۔ اب اگر ظاہری طریق میں(جو اندرونی اورباطنی طریق کا ایک عکس ہے) صرف نقال کی طرح نقلیں اتاری جاویں اور اسے ایک بارِ گراں سمجھ کراُتار پھینکنے کی کوشش کی جاوے۔ تو تم ہی بتلاؤ۔ اس میں کیا لذت اور حظ آسکتا ہے؟ اور جب تک لذت اور سُرور نہ آئے۔ اُس کی حقیقت کیونکر متحقق ہوگی اور یہ اُس وقت ہوگا جب کہ روح بھی ہمہ نیستی اور تذلل تام ہوکر آستانۂ الوُہیت پر گرے اور جو زبان بولتی ہے ، رُوح بھی بولے۔ اُس وقت ایک سُرور اور نور اور تسکین حاصل ہوجاتی ہے۔ میں اس کو اور کھول کر لکھنا چاہتا ہوں کہ انسان جس قدر مراتب طے کرکے انسان ہوتا ہے۔ یعنی کہاں نطفہ۔ بلکہ اس سے بھی پہلے نطفہ کے اجزاء یعنی مختلف قسم کی اغذیہ اور اُن کی ساخت اور بناوٹ۔ پھر نُطفہ کے بعد مختلف مدارج کے بعد بچہ ۔ پھر جوان ، بُوڑھا۔ غرض ان تمام عالموں میں جو اُس پر مختلف اوقات میں گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا معترف ہو اور وہ نقشہ ہر آن اس کے ذہن میں کھنچا رہے۔ تو بھی وُہ اس قابل ہوسکتا ہے کہ ربوبیت کے مدِمقابل میں اپنی عبودیت کو ڈال دے۔ غرض مدعا یہ ہے کہ نماز میں لذت اور سُرور بھی عبودیت اور ربوبیت کے ایک تعلق سے پیداہوتا ہے۔ جب تک اپنے آپ کو عدمِ محض یا مشابہ بالعدم قراردے کر جو ربوبیت کا ذاتی تقاضہ ہے نہ ڈال دے۔ اُس کا فیضان اور پَرتو اس پر نہیں پڑتا اور اگر ایسا ہوتو پھر اعلیٰ درجہ کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ جس سے بڑھ کر کوئی حظ نہیں ہے۔“ (ملفوظات جلداوّل صفحہ 143)

اس شمارہ میں

(اداریہ) اے بلالی روحوں کی دھرتی! سلام تجھ پر

اختتامی خطاب حضورانورایدہ اللہ تعالیٰ برموقع جلسہ جرمنی 2019ء

بعض قابل غور، فکرانگیز اہم اقتباسات

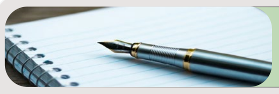

اداریہ

اے بلالی روحوں کی دھرتی! سلام تجھ پر

ہر قوم ، مذہب، معاشرہ اور دین کی کوئی نہ کوئی پہچان ہوتی ہے۔ اسلام کی پہچان تو وہ دینی اطوار و اخلاق ہیں جن کا زیور ایک مسلمان پہن کر رکھتا ہے آپ کو حسین بناتا ہے اور دوسروں کو اچھا لگتا ہے آج کے مادی دور میں جماعت احمدیہ خلافت کے سایہ تلے اسی پیاری اور حسین تعلیم کو اپنانے کا بیڑہ اٹھا کر میدان میں آئی ہے۔ اور اس تعلیم سے آراستہ ایسی ایسی قومیں تیار ہو رہی ہیں جن کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ الہامی الفاظ ذہن میں گردش کرنے لگے ہیں۔ جن میں آپ نے پیشگوئی کے طور پر فرمایا کہ ''نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا'' (تذکرہ صفحہ 244)

یہ نئی زمین اور یہ نیا آسمان ہمیں ایشیا میں بھی نظر آتا ہے ۔ یورپ میں بھی دکھائی دیتا ہے اور امریکہ، آسٹریلیا اور افریقہ نے بھی اس سے خوب حصہ پایا اور روحانی اخلاق جلوے دکھلائے۔

آج اس اداریہ میں افریقہ بالخصوص سیرالیون کے بارے میں تذکرہ ہوگا۔ جہاں خاکسار کو عرصہ 30 سال قبل خدمت دینیہ بجا لانے کی توفیق ملی۔ احمدیت تقریباً 100 سال قبل یہاں داخل ہوئی اور حضرت مولانا عبد الرحیم نیر غانا جاتے ہوئے بفضل اللہ تعالیٰ یہاں احمدیت کا پودا گاڑ گئے جو آج الحمدللہ ثم الحمدللہ ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ جس کی شاخیں تمام سیرالیون میں پھیلی اورسر سبز و شاداب ہیں اور روزانہ کی بنیاد پر پھل بھی رہی ہیں۔ اورآج لاکھوں کی تعداد میں وفادار، وفا شعار دلوں میں اسلام اور احمدیت کی محبت لئے سرزمین سیرا لیون میں موجود ہیں۔ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ ان احمدیوں کی پہچان اسلام اور اس کی ہرا یک تعلیم ہے۔

اس آرٹیکل میں خاکسار صرف ان پہچانوں میں سے ایک پہچان کا ذکر کرے گا اور وہ ہے خالق حقیقی اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید (Praising) اور اس کے پیارے رسول سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت اور ان پر درود نیز اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن پاک سے محبت اور اس کی تلاوت اورخلافت احمدیہ حقہ اسلامیہ سے پیار و محبت اور اس کی خاطر قربانی اور اس پر قربانی و نثار ہونا۔

ان امور کی تفصیل میں جانے سے پہلے یہ درج کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ 100 سال قبل جو استاذ تعلیم دینے وہاں گئے تھے آج ان کے حسین اعمال سے یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ شاگرد، استاد سے آگے نکلتے نظر آتے ہیں۔ کسی نے تو کہا تھا کہ شاگرد نے جو پایا استاد کی دولت ہے۔ مگران بلالی روحوں میں معاملہ کچھ اور آگے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کے ذکر سے بات کا آغاز کریں تو وہ ہر لحہ، ہر آن تسبیح و تحمید کرتے نظر آتے ہیں۔ نمازوں کے پابند ہیں اور نمازوں کے بعد سنت رسولؐ کی تقلید میں 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمدللہ اور 34 بار اللہ اکبر کی تسبیحات کرنے کے پابند ہیں۔ نماز کے اختتام پر یعنی امام کے بائیں طرف السلام علیکم کہنے پر وہ اس وقت اُٹھ کر باہر نہیں جاتے جب تک امام السلام علیکم کہہ کر ان کو اجازت نہ دے۔

جلسہ سالانہ اور اجتماعات کے موقع پر جب کسی عیسائی کے اسلام احمدیت قبول کرنے یا کسی مسلمان کے احمدی ہونے کا ذکر ہو یا کسی جماعتی ترقی کا ذکر ہو تو فضا ''اللہ اکبر'' کی صداؤں سے گونج اُٹھتی ہے۔ عورتیں بھی تالی بجا نے کی بجائے اللہ اکبر کہتی ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تو مسحور کن آوازوں میں سنائی دیتا ہے۔

تسبیح و تحمید میں عبادات بھی آتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی Praising کا ایک مجموعہ ہے۔ راتوں کو دو بجے اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور رونے، بلبلانے دعائیں کرنے کا عام رجحان ہے۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر نماز تہجد میں پنڈال پوری طرح بھرا ہوتا تھا ۔ یوں لگتا تھا جیسے سارا شہر نماز تہجد اُمڈ آیا ہے۔ التحیات میں تشہد کی انگلی تواَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ پر کھڑی جاتی ہے مگر ان افریقن بلالی بھائیوں کا اللہ سے محبت اور اس سے خوف اور اس کی توحید کے اقرا کا یہ عالم ہے کہ بعض نمازی التحیات پر بیٹھتے ہی تشہد کی انگلی کھڑی کر لیتے ہیں اور بعض اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ پر جب کھڑی کرتے ہیں تو سلام تک کھڑی رکھتے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کا ایک رنگ ہے۔

جہاں تک پیارے اور مقبول رسول محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیجنے کا تعلق ہے۔ اپنی ہر بات کا آغاز بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی مُحَمَّدٍ کہہ کر کرتے ہیں۔ اور مبارک رسم ورواج اس قدر ہوگیا ہے کہ عیسائی بھی بعض اوقات اپنی بات کا آغازاَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہہ کرتے ہیں۔

آذان اور تکبیر میں جہاں بھی محمدؐ کا نام آتا ہے تو مسجد میں بیٹھے نمازیوں کی صلّی اللہ علیہ و آلہ و سلم آواز سے گونج اُٹھتی ہے۔

قرآن کریم کو پڑھنے، پڑھانے اور سیکھنے و سکھلانے کا رواج عام ہے۔ قرآن کریم سے محبت کا یہ عالم ہے کہ جماعت احمدیہ ایسے دیہاتوں میں جماعت نہیں بچوں کو قرآن پڑھانا شروع کرتی ہے اور جب بچے قرآن کریم ناظرہ اور ترجمہ سے سدھ بُدھ اختیار کر لیتے ہیں تو جماعت احمدیہ کا تعارف آگے بڑھتا ہے۔ وہ اپنے بچوں کو قرآن کریم اور اس کی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے مسجد کے پہلے جگہ دیتے ہیں۔ بعد میں مالی قربانی سے خوبصورت مسجد بھی تعمیر ہو جاتی ہے۔

مجھے بتایا گیا کہ ایک 80 سالہ بڑھیا ڈنڈے کے سہارے ان روحانی دینی درس گاہوں میں آتی رہی اور قرآن کریم ناظرہ ختم کیا۔

خلافت اور خلیفۃ المسیح سے پیار بھی دیدنی ہے۔ تقاریر میں جب حضرت خلیفۃ المسیح کا ذکر آجائے تو مقرر فوراً حضور کی صحت و سلامتی کے لئے سامعین کو دعاکی درخواست بھی کر دیتا ہے اور سامعین کی طرف سے آمین کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔

آج میں جب یہ اداریہ لکھ رہا ہوں، 20 فروری ہے۔ 20 فروری کی مناسبت سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

افریقین حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے بہت پیار سے پیش آتے ہیں اور ان کے ذکر آنکھیں آنسوے تر اور نم دار ہوجاتی ہیں۔ اور یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ ان عظیم شخص نے ہمیں انسانیت سکھلائی ۔ ہمیں اسلامی تعلیمات سے آراستہ کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء سے محبت اور فریفتگی کا یہ عالم ہے کہ ایک مخلص ڈاکٹر ادریس بنگورا(جو موصی تھے اور کچھ عرصہ قبل وفات پاکر قطعہ موصیان مائل شاقہ میں دفن ہوئے) جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے انتہا پیار کرتے آپ کی کتب کو کئی کئی بار پڑھ رکھا تھا۔ فون پر اگر کوئی مریض دوائی پوچھتا تو وہ حروف تہجی کا تعارف مبارک مقامات یا حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے کرواتے ۔ جیسے مکرم سعید الرحمٰن امیر جماعت احمدیہ سیرا لیون نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے دوائی پوچھی مجھے فون پر آواز صحیح طرح سنائی نہ دے رہی تھی تو آپ نے دوائی کے حروف کو مبارک مقامات یاکتب حضرت مسیح موعودؑ کے نام سے یا کسی اور چیز کے نام سے واضح کرنا شروع کر دیا۔ جیسے paracetamol کی وضاحت یوں کی

P for Pakistan
A for aqsa masjid
R for rabwah
A for Anjam e Aatham
C for coffee
E for England
T for Tohfa Qaiseriya
A for Aaina kamalat e Islam
M for Mecca
O for olive
L for Ludhiyana

اللہ اللہ! ایسے عشاق اللہ نے بلالی دھرتی میں عطا کر رکھے ہیں جو دنیا کی آنکھوں میں ٹھکرائی ہوئی ہے۔ مگر خدا ئے عزو جل کی محبوب اور پیاری دھرتی ہے۔

اختتامی خطاب جلسہ جرمنی 2019ء

آنحضرت ﷺ کے اُسوہ کی روشنی میں قابل تقلید مثالیں اور خوبصورت نمونہ کا پُر معارف تذکرہ

دنیا کو اسلام کی حسین تعلیم سے آگاہ کرنے کے لیے ہر احمدی کو اپنا کردار ادا کرنے اور اپنے قول اور عمل سے دنیا کو بتانے کی ضرورت ہے کہ اسلام کی حقیقی تعلیم کیا ہے

آج ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ کیا جب ہم یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ اب مسیح موعودؑ کی جماعت کے ذریعہ سے اسلام کا احیائے نَو ہونا ہے، ہم ہیں جنہوں نے اسلام کی تعلیم کو دوبارہ زندہ کرنا ہے۔کیا ہماری عبادتوں اور باجماعت نمازوں کے معیار اس کے قریب بھی ہیں۔

یہ بات ہمیں اس طرف ہمیشہ توجہ دلانے والی ہونی چاہیے کہ رزق خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی آتا ہے اور اس کے حصول کے لیے ہمیں اپنی عبادتوں کو قربان نہیں کرنا چاہیے۔کام ضرور ہوں لیکن اصل توکّل اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو اور کام کے لیے عبادتیں قربان نہ ہوں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت اس بات کی تلاش رہتی تھی کہ کس طرح خدا تعالیٰ کا سب سے زیادہ شکر گزار بندہ بنیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہےاس مقصد کے لیے آپؐ دعا کیا کرتے تھے کہ اے میرے اللہ! تُو مجھے اپنا شکر بجا لانے والا اور بکثرت ذکر کرنے والا بنا دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ ’’ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دنیا میں کسی کامل انسان کا نمونہ موجود نہیں اور نہ آئندہ قیامت تک ہو سکتا ہے۔ پھر دیکھو کہ اقتداری معجزات کے ملنے پر بھی حضورؐ کے شامل حال ہمیشہ عبودیت ہی رہی‘‘

آپؐ کے اخلاق کے کسی پہلو کو بھی لے لو وہ آپؐ میں کامل اور مکمل نظر آتا ہے اور یہی اسوہ ہے جسے اپنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ پس اگر ہم نے دنیا کو اسلام اور آنحضرت ﷺ کا حقیقی چہرہ دکھلانا ہے تو آپؐ کے اُسوے کے ہر پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے عمل اور قول سے وہ چہرہ دکھانا ہو گا

سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جلسہ سالانہ جرمنی 2019ء سے اختتامی خطاب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔(الاحزاب:22)

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔

غیر مسلم دنیا یا مغربی دنیا یا ترقی یافتہ دنیا میں جو مسلمانوں کے متعلق تحفّظات پائے جاتے ہیں وہ ان کی اسلامی تعلیم کے بارے میں کم علمی کی وجہ سے زیادہ ہیں اور اس پر بعض مسلمانوں کے اسلام کے نام پر شدّت پسند عمل اور دہشت گردی اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے عمل نے مزید ان کے ذہنوں میں راسخ کر دیا ہے کہ اسلام ہے ہی دہشت گردی کا مذہب۔ آج اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے اور اسلامی تعلیم کے بارے میں غلط تاثر کو زائل کرنے کا کام اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے غلام صادق مسیح موعود اور مہدی معہودؑ کی جماعت کے سپرد کیا ہے۔ پس اس کے لیے ہر احمدی کو بھرپور کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا کے لوگ تو پریس اور میڈیا کی خبروں کو سن کر سمجھتے ہیں کہ جو یہ کہہ رہے ہیں یعنی جو پریس کہہ رہا ہے وہی سو فیصد سچ ہے۔ مذہب سے دلچسپی ویسے ہی عمومی طور پر دنیا کی اکثر آبادی کو نہیں ہے۔ پس ان حالات میں بڑی سخت محنت سے اور مسلسل کوشش سے اسلام کی خوبصورت تعلیم کو دنیا کو بتانا ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ عام غیر مسلم تو یہی سمجھتا ہے کہ مسلمانوں کے یہ عمل ان کی تعلیم کی وجہ سے ہیں اور بانیٔ اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے عمل کی وجہ سے مسلمانوں کے یہ عمل ہیں۔

پس جیسا کہ میں نے کہا اس اثر کو زائل کرنے اور دنیا کو اسلام کی خوبصورت تعلیم سے آگاہ کرنے کے لیے ہر احمدی کو اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے قول اور عمل سے دنیا کو بتانے کی ضرورت ہے کہ اسلام کی حقیقی تعلیم کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا عمل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو دنیا میں انسان کو پیدا کیا ہے تو اس لیے کہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کے حق بھی ادا کرے اور بندوں کے حق بھی ادا کرے۔ جو اللہ کا حق ادا کرنے والے ہوں گے یقیناً بندوں کا حق ادا کرنے والے بھی ہوں گے اور ان حقوق کی ادائیگی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے اپنے پیارے اور محبوب نبی اور مطاع اور انسان کامل کا نمونہ رکھا ہے۔ اور پھر ہمیں یہ کہا کہ یہ کامل نمونہ تمہارا رہنما ہے اسے اپناؤ جو اس کی امت میں ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس اُسوے کے ہر پہلو پر عمل کرنے کی کوشش کرو اور پھر دنیا کو بھی بتاؤ کہ حقیقی اسلام یہ ہے نہ کہ وہ اسلام جو چند دہشت گرد اسلام کے نام پر پیش کرتے ہیں اور جس کو مغربی میڈیا اَور زیادہ بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے کیسی کیسی خوبصورت مثالیں اپنے اُسوے سے پیش فرمائی ہیں ان کے چند پہلو میں اس وقت پیش کروں گا تا کہ ہم اپنے آپ کو ان نمونوں پر پرکھیں اور اعلیٰ اخلاق کی روشنی میں جو آپؐ نے ہمیں نصیحت فرمائی ہے اس کا عملی زندگی میں جائزہ لیں۔ اسلامی تعلیم کی روشنی میں جو آپؐ نے ہمیں ہدایات دی ہیں ان کا جائزہ لیں، جو نمونے دکھائے ہیں ان کے مطابق اپنے آپ کو دیکھیں۔ جب ہم اس کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالیں گے تبھی دنیا کو بتا سکتے ہیں کہ حقیقت میں اسلام چیز کیا ہے اور دنیا کی بقا کے لیے آج جس چیز کی ضرورت ہے وہ اسلامی تعلیم ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کا اصل مقصد تو عبادت قرار دیا ہے۔ہمارے آقا و مطاعؐ نے ہمیں صرف یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ تمہاری زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اس لیے عبادت کی طرف ہر مومن کو توجہ کرنی چاہیے اور وہ اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرے، بلکہ آپ نے اپنی عبادت کے معیار قائم کر کے ہمارے سامنے پیش کیے ہیں جن کی قبولیت کی سند بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ۔ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ۔ (الشعراء:220-219)

یعنی جو دیکھ رہا ہوتا ہے جب تُو کھڑا ہوتا ہے اور سجدہ کرنے والوں میں تیری بے قراری بھی۔ پس یہ ہے آپؐ کے سجدوں اور عبادت کی حالت کہ بے قراری میں اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیار کی نظر ڈال کر خاص طور پر آپؐ کی اس عبادت اور بے قراری کا ذکر فرما رہا ہے۔ یہ بے قراری کس لیے تھی ،کس کے لیے تھی؟ یہ بے قراری اور دعائیں اپنی امّت کے لیے تھیں۔ یہ بے قراری اور دعائیں انسانیت کے لیے تھیں۔ یہ بے قراری اور دعائیں ان لوگوں کے اپنے مقصدِ پیدائش کے سمجھنے کے لیے تھیں جو اللہ تعالیٰ سے دُور ہیں کیونکہ یہ دوریاں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بنا سکتی ہیں اس لیے آپؐ کی اس بے قراری کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو یہ بھی فرمایا کہ

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔(الشعراء:4)

کیا تُو اپنی جان کو اس لیے ہلاک کر دے گا کہ وہ کیوں مومن نہیں ہوتے۔ تیرا دل اس بات پر بے چین ہے کہ کافر کیوں ہدایت نہیں پاتے، کیوں خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر اپنی دنیا و عاقبت نہیں سنوارتے۔ پس جہاں آپؐ کی عبادت کے معیار کا پتہ چلتا ہے یہاں اِس سے، وہاں اس سے آپؐ کے پاکیزہ دل کی اس کیفیت کا بھی پتہ چلتا ہے جو انسانیت کو تباہی سے بچانے کے لیے آپؐ کے دل میں تھی ۔جو آپؐ کا درد تھا اس کا بھی پتہ چلتا ہے ۔ پس جس کے دل میں انسانیت کے لیے درد کی یہ کیفیت ہو وہ کیا کبھی ظلم کر سکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔ آپؐ نے تو خدا تعالیٰ کی عبادت اور اس کی مخلوق کی خدمت اور اس کے لیے درد میں زندگی کا ہر لمحہ قربان کیا۔ آپؐ کی عبادت کی کیفیت کو دیکھنے کا بعض دفعہ صحابہؓ کو بھی موقع مل جاتا تھا۔ ایک صحابیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا۔ اس وقت شدت گریہ و زاری کے باعث آپؐ کے سینے سے ایسی آوازیں نکل رہی تھیں جیسے چکی کے چلنے کی آواز ہوتی ہے۔

(سنن ابوداؤد کتاب الصلٰوۃ باب ابکاء فی الصلوٰۃ حدیث 904)

یہ دعائیں کیا تھیں؟ یہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہنے کی دعائیں تھیں۔ یہ امت کے لیے دعائیں تھیں۔ یہ انسانیت کو تباہی سے بچانے کے لیے دعائیں تھیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں

ہی تھیں جنہوں نے اس وقت بھی انقلاب پیدا کیا اور صدیوں کے مردے زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حقیقی عابد بن گئے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ہی ہیں جنہوں نے قبولیت کا درجہ پاتے ہوئے اس زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کو اس بگڑے ہوئے زمانے میں اسلام کے احیائے نَو کے لیے بھیجاہے۔ پس آج یہ ہم احمدیوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنی عباداتوں کے معیار بلند کریں۔ خدا تعالیٰ کے حضور اس اُسوے پر چلنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ سجدے کریں جو صرف ہمارے ذاتی مقاصد کے لیے نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں لہرانے کے لیے ہوں۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد بنانے کے لیے ہوں۔ انسانیت کو اپنے پیدا کرنے والے خدا کے قریب لانے کے لیے ہوں۔ دنیا کو تباہی سے بچانے کے لیے ہوں۔

فرض اور باجماعت نمازوں کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر اہتمام بلکہ بعض حالات میں کہنا چاہیے مشقت فرماتے تھے اِس کا اس ایک واقعے سے خوب اندازہ ہو سکتا ہے۔ غزوۂ اُحد کی شام جب لوہے کے خود کی کڑیاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے رخسار میں ٹوٹ گئیں تو اس کی وجہ سے آپؐ کا بہت سا خون بہہ چکا تھا۔ آپؐ زخموں سے نڈھال تھے۔ علاوہ ازیں ستّر صحابہ کی شہادت کا زخم اس سے کہیں زیادہ اعصاب شکن تھا۔ اس روز بھی آپؐ اذان کی آواز پر اسی طرح نمازِ فجر کے لیے تشریف لائے، جس طرح عام دنوں میں تشریف لاتے تھے۔

(ماخوذ از اسوۂ انسان کامل صفحہ 84)

اور آپؐ کا یہی عمل تھا جس نے صحابہؓ میں بھی عباداتوں کے معیار قائم کر کے دکھائے۔

پس آج ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ کیا جب ہم یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ اب مسیح موعودؑ کی جماعت کے ذریعہ سے اسلام کا احیائے نَو ہونا ہے، ہم ہیں جنہوں نے اسلام کی تعلیم کو دوبارہ زندہ کرنا ہے، کیا ہماری عباداتوں اور باجماعت نمازوں کے معیار اس کے قریب بھی ہیں؟ ذرا سی تکلیف پر مسجد نہ آنے کے بہانے ہوتے ہیں۔ صبح اٹھ کر دو چھینکیں آ جائیں تو کہہ دیتے ہیں کہ آج طبیعت خراب ہے نماز گھر میں پڑھ لو۔ سستیاں تو کوشش کرنے سے دور ہوتی ہیں۔ پس ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم بھی اپنی عباداتوں کے معیار بلند کرنے کی کوشش کریں۔ یہ وہ دعائیں ہی ہیں جو دنیا میں انقلاب کا اس زمانے میں ذریعہ بنیں گی۔ ہماری تبلیغ بغیر دعاؤں کے بے نتیجہ ہے۔ ہماری علمی کاوشیں بغیر دعاؤں کے بے نتیجہ ہیں۔ پس اگر دنیا کو حقیقی اسلام سکھانا ہے تو سب سے پہلے ہمیں خدا تعالیٰ سے اس معیار کا تعلق جوڑنے کی کوشش کرنی چاہیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوے کی پیروی میں چلتے ہوئے قائم کیے تھے اور جس کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح کھینچا ہے فرماتے ہیں کہ

''موٹی سی بات ہے کہ قرآن مجید نے ان کی پہلی حالت کا تو یہ نقشہ کھینچا ہے یَاۡکُلُوۡنَ کَمَا تَاۡکُلُ الۡاَنۡعَامُ۔''(محمد:13) یعنی وہ اس طرح کھاتے ہیں جس طرح جانور کھا رہے ہیں۔ ''یہ تو ان کی کفر کی حالت تھی۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تاثیرات نے ان میں تبدیلی پیدا کی تو ان کی یہ حالت ہو گئی۔یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّہِمۡ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا۔ (الفرقان:65)یعنی وہ اپنے ربّ کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے راتیں کاٹ دیتے ہیں۔''(ملفوظات جلد 9 صفحہ 145)

پس یہ وہ حالت ہے جو ہمیں بھی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے نہ یہ کہ فجر کی نماز کے وقت بھی اٹھنے میں سستی دکھائیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت اور آخری پیغام جبکہ آپؐ جان کنی کی حالت میں تھے اور سانس اُکھڑ رہا تھا یہ تھا کہ نماز اور غلام کے حقوق کا خیال رکھنا ۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الوصایا باب ھل اوصی رسول اللہ حدیث 2698)

یہ ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنے اور مخلوق کا حق ادا کرنے کی آپؐ کی کیفیت اور یہ وہ آخری نصیحت ہے جس کو ایک مومن کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے اور یہی ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کا مقصد ہے جسے ہمیں ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے نہ کہ سستیوں اور دنیاوی مصروفیات میں ڈوب کر اپنی زندگی کے مقصد کو بھی بھول جائیں۔

پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کی حالت ہے تو اس بارے میں بھی آپؐ کے نمونے اعلیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ وَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا۔ (النساء:82) یعنی اور اللہ پر توکل کر اور اللہ ہی کارساز کے طور پر کافی ہے۔ تو پھر آپؐ کی زندگی میں ہر موقع پر یہ نمونے ہمیں نظر آتے ہیں بلکہ مرض الموت کے وقت بھی آپؐ کو اس چیز کی فکر تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسی حالت میں میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جاؤں جس میں ذرا سا بھی اللہ تعالیٰ پر توکل نہ کرنے کا شبہ پیدا ہو سکتا ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس آپؐ نے سات یا آٹھ دینار رکھوائے۔ آخری بیماری میں فرمایا کہ عائشہ! وہ سونا جو تمہارے پاس تھا کیا ہوا؟ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے عرض کیا کہ وہ میرے پاس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ وہ صدقہ کر دو۔ پھر حضرت عائشہؓ کسی کام میں مصروف ہو گئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دوبارہ ہوش آئی تو پوچھا کہ وہ صدقہ کر دیا؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ ابھی نہیں کیا۔ آپؐ نے ان کو بھیجا کہ جاؤ ابھی جاؤ اور میرے پاس لے کے آؤ۔ آپؐ نے وہ دینار منگوا کر اپنے ہاتھ پر رکھ کر گنے اور پھر فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنے ربّ پر کیا توکل ہوا اگر خدا سے ملاقات اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت یہ دینار اس کے پاس ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دینار صدقہ کر دیے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 183 ذکر الدنانیر التی قسمھا رسول اللہؐ فی مرضہ الذی مات فیہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

لیکن دوسروں کو آپؐ نے یہ نصیحت فرمائی کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا نبی اور محبوب ہوں یہ میرے ساتھ سلوک ہے۔ اللہ تعالیٰ پر تم توکّل بھی کرو لیکن اپنی اولاد کو فقر اور ابتلا سے بچانے کے لیے ان کے لیے اگر تمہارے پاس کوئی جائیداد ہے یا کوئی رقم ہے تو چھوڑ کر جاؤ۔ 3/1 حصہ سے زیادہ کی وصیت کی اجازت نہیں دی۔

(صحیح البخاری کتاب الوصایا باب ان یترک ورثتہ اغنیاء خیر من ان یتکففوا الناس حدیث 2742)

اور اللہ تعالیٰ نے اس لیے قرآن کریم میں وراثت کا طریق بھی تفصیل سے بتا دیا لیکن ساتھ ہی آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ ابنِ آدم کے دل کی ہر وادی میں ایک گھاٹی ہوتی ہے، ہر انسان کے دل میں ایک گھاٹی ہے، ایک وادی ہے اور جس کا دل ان سب گھاٹیوں کے پیچھے لگا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی پروا نہیں کرتا کہ کون سی وادی اس کی ہلاکت کا سبب بنتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو اللہ اسے ان سب گھاٹیوں سے بچا لیتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب التوکل والیقین حدیث 4166)

پس اسلام دنیا کے کاموں کی بھی اجازت دیتا ہے لیکن رات دن صرف جائیدادیں بنانے اور دنیا کے کاموں میں مبتلا رہنے سے منع کرتا ہے اور بنیادی چیز جس کی طرف توجہ دلاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس پر توکل ہے اور جب یہ ہو تو دنیاوی مشکلات سے بھی انسان بچ جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اگر تم اللہ پر توکل کرو جس طرح کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں ضرور اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندے کو دیتا ہے۔ جو صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب التوکل والیقین حدیث 4164)

پس یہ بات ہمیں اس طرف ہمیشہ توجہ دلانے والی ہونی چاہیے کہ رزق خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی آتا ہے اور اس کے حصول کے لیے ہمیں اپنی عباداتوں کو قربان نہیں کرنا چاہیے۔ کام ضرور ہوں لیکن اصل توکّل اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو اور کام کے لیے عبادتیں قربان نہ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توکّل کے بارے میں ایک جگہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ ''واقعات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرت اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لیے جان باز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکّل کرنے والے تھے۔ کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی۔ کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی۔ اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہو گا۔ بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجا لائے۔ اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعاتِ خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلا شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔''

(براہین احمدیہ حصہ دوم،روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 112-111)

پھر اعلیٰ اخلاق کا ایک وصف شکر گزاری ہے۔ اس وصف کے اعلیٰ معیار کا ہمارے آقا و مطاع کا نمونہ اور اسوہ کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت اس بات کی تلاش رہتی تھی کہ کس طرح شکر گزار بنیں۔ خدا تعالیٰ کا سب سے زیادہ شکر گزار بندہ بنیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے اس مقصد کے لیے آپؐ دعا کیا کرتے تھے کہ اے میرے اللہ! تُو مجھے اپنا شکر بجا لانے والا اور بکثرت ذکر کرنے والا بنا دے۔ (سنن ابو داؤدکتاب الوتر باب ما یقول الرجل اذا سلم حدیث 1510)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ اے اللہ! مجھے ایسا بنا دے کہ میں تیرا سب سے زیادہ شکر کرنے و الا ہوں اور تیری نصیحت کی پیروی کرنے والا ہوں اور تیری وصیت کو یاد کرنے والا ہوں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 216 حدیث 8087 مسند ابی ہریرہ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

کیا ہی عاجزی کا مقام ہے! دنیا کا سب سے زیادہ شکر گزار یہ دعا کر رہا ہے کہ میں سب سے زیادہ شکر گزار بنوں۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روٹی کے ٹکڑے پر کھجور رکھ کر کھا رہے تھے اور فرماتے تھے یہ کھجور اس روٹی کا سالن ہے اور اس پر شکر گزاری فرما رہے تھے۔

(سنن ابو داؤدکتاب الاطعمۃ باب فی التمر حدیث 3830)

اکثر یہ ہوتا کہ سرکے سے یا پانی سے ہی روٹی تناول فرماتے اور اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے ہوتے۔

(صحیح الاثر وجمیل العبر من سیرۃ خیر البشر ﷺ جلد 1 صفحہ 254، مکتبۃ روائع المملکۃ، جدہ 2010ء از الشاملہ)

آج کل ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کو اعلیٰ کھانا بھی میسر آتا ہے اور پھر بھی ہزار نخرے ہوتے ہیں۔ گھروں میں بعض ناچاقیاں اسی وجہ سے پیدا ہو رہی ہوتی ہیں کہ بیوی نے اچھا کھانا نہیں پکایا۔

پھر فتح مکہ پر آپؐ کی عاجزی اور شکر گزاری کی مثال ایک انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ روایت میں آتا ہے جب آپؐ ذی الطویٰ مقام پر پہنچے تو سرخ یمنی کپڑے کا عمامہ باندھے ہوئے اپنی سواری پر ٹھہر گئے اور یہ خیال کر کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فتح دے کر کس قدر عزت افزائی کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاجزی اور شکر گزاری سے اپنا سر اس قدر جھکایا کہ یوں لگتا تھا کہ آپؐ کی ریش مبارک سواری کے کجاوے سے چھو جائے گی۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 546 ذکر الاسباب الموجبۃ المسیر الی مکۃ وذکر فتح مکۃ...... مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

پھر آپؐ کی احسان مندی اور شکر گزاری کی ایک اعلیٰ مثال یوں ملتی ہے کہ جب مکے کے مسلمانوں پر کفّار کی طرف سے ظلم کیے گئے اور مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور شاہ حبشہ نے انہیں پناہ دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ کے اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھا۔ چنانچہ جب نجاشی کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دفعہ حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ان کے استقبال کے لیے خود کھڑے ہوئے۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! ان کے استقبال کے لیے ہم کافی ہیں کہ ان کی مہمان نوازی بھی ہم کریں گے استقبال بھی کر لیں گے آپؐ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ ہمارے ساتھیوں کے ساتھ بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آئے تھے اور عزت سے انہیں اپنے پاس رکھا تھا اس لیے میں پسند کرتا ہوں کہ ان کے اس احسان کا بدلہ خود اتاروں۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 72 باب ذکر مغازیہ غزوۃ خیبر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

پس یہ ان لوگوں کے لیے بھی سبق ہے جو یہاں ہجرت کر کے آئے ہیں کہ ان حکومتوں نے جنہوں نے ہمیں یہاں پناہ دے کر ہمارے لیے سہولتیں مہیا کی ہیں ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان ملکوں کی بہتری کے لیے اپنی صلاحیتیں استعمال کریں اور انہیں اسلام کی خوبصورت تعلیم نہ صرف علمی طور پر بلکہ عملی طور پر بھی دکھا کر بتائیں کہ کیا حقیقی اسلام ہے اور یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ کسی بھی طرح نقصان نہیں ہم نے پہنچانا یا ان سے غلط طریق سے مالی منفعت حاصل نہیں کرنی، کوئی سہولت حاصل نہیں کرنی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے جو ہمیں دین ملا اور جس طرح ہمیں ہر خلق کی گہرائی اور اس کے اعلیٰ معیار کا علم ہوا اس پر شکر گزاری کا اظہار ہونا چاہیے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

’’یہ اللہ تعالیٰ کا کمال فضل ہے کہ اس نے کامل اور مکمل عقائد کی راہ ہم کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بدوں مشقت و محنت کے دکھائی ہے۔‘‘ بغیر کسی مشقت اور محنت کے ہمیں وہ سیدھا راستہ دکھا دیا ’’وہ راہ جو آپ لوگوں کو اس زمانہ میں دکھائی گئی ہے بہت سے عالم ابھی تک اس سے محروم ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے اِس فضل اور نعمت کا شکر کرو۔ اور وہ شکر یہی ہے کہ سچے دل سے ان اعمالِ صالحہ کو بجا لاؤ جو عقائدِ صحیحہ کے بعد دوسرے حصہ میں آتے ہیں اور اپنی عملی حالت سے مدد لے کردعا مانگو کہ وہ ان عقائد صحیحہ پر ثابت قدم رکھے اور اعمال صالحہ کی توفیق بخشے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 149-150)

پس یہ ہے ایک احمدی کے حقیقی شکر گزار ہونے کا طریق۔

پھر ایک خلق امانت کی ادائیگی ہے اور عہد کی پابندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِاَمٰنٰتِہِمۡ وَعَہۡدِہِمۡ رٰعُوۡنَ۔ (المومنون: 9)

اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہدوں کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ دیکھتے ہیں کہ کس طرح ہم انہیں پورا کر رہے ہیں۔ اس کے اعلیٰ ترین معیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح قائم فرما کر ہمارے سامنے اپنا اسوہ پیش فرمایا۔ روایت میں آتا ہے کہ جب اسلامی فوجوں نے خیبر کو گھیرا تو اس وقت وہاں کے ایک یہودی سردار کا ملازم جو جانور چرانے والا تھا جانوروں سمیت اسلامی لشکر کے علاقے میں آ گیا اور مسلمان ہو گیا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! میں تو اب مسلمان ہو گیا ہوں میں واپس بالکل جانا نہیں چاہتا ۔ واپس جاؤں گا تو میرے پہ ظلم بھی ہو گا ۔ یہ بکریاں میرے پاس ہیں ان کا اب میں کیا کروں۔ یہ یہودی کا ریوڑ ہے، ان کا مالک یہودی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان بکریوں کا منہ قلعے کی طرف پھیر کر ہانک دو وہ خود اس کے مالک کے پاس پہنچ جائیں گی۔ چنانچہ اسی طرح ہوا اور قلعے والوں نے وہ بکریاں لے لیں۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 517 ذکر المسیر الیٰ خیبر مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

یہ ہے وہ اعلیٰ ترین مثال امانت اور دیانت کی کہ جنگ کی صورت ہے، دشمن کا مال ہاتھ آیا ہے لیکن مسلمان ہونے والے کو پہلا سبق آپؐ نے یہ دیا کہ ایک مسلمان کا امانت اور دیانت کا معیار بہت بلند ہونا چاہیے۔ اس مال پر نہ تمہارا کوئی حق ہے نہ ہمارا۔ اسے اس کے مالکوں کو لوٹا دو۔ آج کل کے اس ترقی یافتہ معاشرے میں جنگ کی صورت میں کہیں بھی دنیا میں آپ کو یہ معیار نظر نہیں آئیں گے۔ جو اسلام پر اور اسلام کی تعلیم پر اعتراض کرتے ہیں وہی سب سے زیادہ اس خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

پھر عہد کی پابندی کا حال ہے کہ دشمن بھی یہ کہنے پر مجبور ہے کہ آپؐ عہد کے پابند ہیں۔ ہرقل کے دربار میں ابوسفیان کو یہ اقرار کرنا پڑا کہ آج تک اس شخص نے ہمارے ساتھ بدعہدی نہیں کی۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب کتب النبیؐ الیٰ ہرقل ملک الشام ...... حدیث :1773)

پھر صلح حدیبیہ میں جب معاہدہ لکھا جا رہا تھا تو ایک شخص زنجیروں میں جکڑا ہوا آتا ہے جو مسلمان ہونے کی وجہ سے زنجیروں میں جکڑا گیا ہے اور پناہ طلب کرتا ہے لیکن اس کا باپ جو مسلمان نہیں ہے وہاں موجود ہے ۔ وہ آپؐ سے کہتا ہے کہ اب ہمارا معاہدہ ہو چکا ہے کہ ہمارا کوئی آدمی آپؐ کے ساتھ نہیں جائے گا۔ اس لیے آپؐ اسے ساتھ نہیں لے جا سکتے چاہے وہ آپؐ کی پناہ میں آنے کے لیے بھیک مانگ رہا ہے۔ وہ شخص بہتیرا شور مچاتا ہے کہ کیا میں کافروں میں واپس کر دیا جاؤں گا تا کہ وہ مجھے تکلیفیں پہنچائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم فرماتے ہیں ہاں اب معاہدہ ہو گیا ہے حالانکہ اس وقت معاہدہ ابھی لکھا جا رہا تھا، کچھ شرائط لکھی گئی تھیں لیکن دستخط ہونے سے پہلے ہی آپؐ نے فرمایا کیونکہ لکھا گیا ہے اس لیے بڑے مقصد کی خاطر اور اس معاہدے کی خاطر تمہیں قربان ہونا پڑے گا ۔ اس لیے تم واپس جاؤ۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ تم چند روز صبر کرو میں تمہیں خوش خبری دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ تمہارے لیے کشادگی پیدا کر دے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس معاہدے کی وجہ سے آج میں مجبور ہوں کیونکہ ہم بدعہدی نہیں کرتے۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 504 امر الھدنۃ امر ابی جندل ابن سھیل بن عمرو مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

تو یہ معیار تھے آپؐ کے معاہدوں کی پابندی کے۔ آج کل کی دنیا دار حکومتیں تو اس کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ آج ایک معاہدہ ہوتا ہے اور کل وہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن ساتھ ہی ہمیں بھی اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ ہمارے اپنے معاہدوں کی پابندی کے معیار کیا ہیں۔ اپنی روز مرہ زندگی میں ہمیں اپنی مثالیں دیکھنی چاہئیں۔ اپنی گھریلو زندگی میں بھی اس کی مثال دیکھیں کہ کیا عہدوں کی پابندی ہم کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے تو گھریلو زندگی میں بھی عہد کی پابندی کے متعلق فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے بڑی خیانت یہ شمار ہو گی کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے تعلق قائم کرے پھر وہ بیوی کے پوشیدہ راز بھی دنیا کو بیان کرتا پھرے۔

(صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم افشاء سر المراۃ حدیث 1437)

آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ یہ گھٹیا حرکت کرتے ہیں۔ نہایت ذلیل اور کمینی حرکت کرتے ہیں اور پھر صرف زبانی ہی نہیں بتاتے لوگوں کو بلکہ وٹس ایپ پر اور دوسرے میڈیا پر جو آج کل میسجز کے ذریعہ سے، ٹویٹر کے ذریعہ سے اس بات کو پھیلاتے چلے جاتے ہیں۔ یہ یقیناً سب سے بڑے خائن ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور اگر علیحدگیاں بھی ہو جاتی ہیں تو تب بھی کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ ایک دوسرے کا راز باہر نکالے۔ یہ بہت بڑی خیانت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آنے والی بات ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس بارے میں ضرور پوچھے گا۔

پس ایسے لوگوں کو اپنی فکر کرنی چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ عہد کی پابندی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ’’کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کیے جائیں گے۔ ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا ان کا۔ وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 19-20)

پس اگر خدا تعالیٰ سے خالص تعلق جڑے گا تو پھر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بھی پابندی ہو گی اور گھریلو عہدوں سے لے کر باہر کے معاشرے کے عہدوں تک یہ پابندیاں ہوں گی اور دوسرے تعلقات کو نبھانے میں بھی یہ پابندیاں ہوں گی۔ کاروباری معاہدوں اور عہدوں میں بھی یہ پابندیاں ہوں گی۔ ہر قسم کے عہدوں کی خدا تعالیٰ کی رضا کو سامنے رکھتے ہوئے پابندی سے ہر قسم کے نقصان سے پھر ایسے لوگ بچنے والے ہوں گے کہ خدا تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ہم عہدوں کی پابندی کر رہے ہیں اور یہی ایک حقیقی احمدی کا طریق اور حقیقی مسلمان کا طریق ہونا چاہیے۔

پھر عاجزی ایک بہت بڑا خلق ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَہُمُ الۡجٰہِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا (الفرقان:64)

اور رحمان کے سچے بندے وہ ہوتے ہیں جو زمین پر آرام سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ لڑتے نہیں کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے لیے سلامتی کی دعا کرتے ہیں ایک طرف ہو جاتے ہیں،فضول باتیں نہیں کرتے۔ اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا اپنا اسوہ کیا تھا؟ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میری بہت زیادہ تعریف نہ کرو جس طرح عیسائی ابن مریمؑ کی کرتے ہیں۔ میں صرف اللہ کا بندہ ہوں۔ پس تم مجھے صرف اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔

(صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم ...... حدیث 3445)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ ’’ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دنیا میں کسی کامل انسان کا نمونہ موجود نہیں اور نہ آئندہ قیامت تک ہو سکتا ہے۔ پھر دیکھو کہ اقتداری معجزات کے ملنے پر بھی حضورؐ کے شامل حال ہمیشہ عبودیت ہی رہی اور بار بار

اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ (الکہف:111)

ہی فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ کلمہ توحید میں اپنی عبودیت کے اقرار کا ایک جزوِ لازم قرار دیا۔ جس کے بدوں مسلمان مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔ سوچو! اور پھر سوچو!! پس جس حال میں ہادیٔ اکمل کی طرز زندگی ہم کو یہ سبق دے رہی ہے کہ اعلیٰ ترین مقام قرب پر بھی پہنچ کر عبودیت کے اعتراف کو ہاتھ سے نہیں دیا تو اور کسی کا تو ایسا خیال کرنا اور ایسی باتوں کا دل میں لانا ہی فضول اور عبث ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 117-118)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعے پر فرمایا کہ تم لوگ اپنے جھگڑے لے کر میرے پاس آتے ہو اور میں بھی ایک بشر ہوں اور ہو سکتا ہے تم میں سے ایک اپنی دلیل پیش کرنے میں دوسرے سے زیادہ تیز ہو اور میں جو سنوں اس کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کر دوں جو زیادہ باتیں کرنے والا ہے، زیادہ دلیلیں پیش کرنے والا ہے۔ پس جس کو میں اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دوں، ان دلیلوں کی وجہ سے دے دوں اور اس کا حق نہ ہو، حق اس کے بھائی کا بنتا ہو اور میں اس کے بھائی کے حق میں سے اسے کچھ دے دوں تو وہ اس کو نہ لے۔ ایمانداری کا تقاضا یہی ہے کہ باوجود فیصلے کے نہ لےکیونکہ ایسی صورت میں میں اس کو آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں گا۔

(صحیح البخاری کتاب الشہادات باب من اقام البینۃ بعد الیمین حدیث 2680)

اپنے حق میں فیصلہ تو کرا لو گے لیکن وہ آگ کا ٹکڑا ہو گا بہتر یہی ہے کہ اس آگ کے ٹکرے سے بچو ،جہنم کی آگ سے بچو اور صاف صاف کہہ دو کہ نہیں میرا حق نہیں۔ حق کسی کا بنتا ہے۔

پس جو لوگ غلط فیصلے کروانے کی کوشش کرتے ہیں ان کے لیے بڑا خوف کا مقام ہے۔ گھریلو زندگی میں بھی آپؐ کی عاجزی اور گھر والوں کی مدد کا یہ حال تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر اپنے اہل خانہ کے ساتھ گھریلو کام میں مدد فرماتے تھے۔ آپؐ کپڑے خود دھو لیتے تھے، گھر میں جھاڑو بھی دے لیا کرتے تھے۔ خود اونٹ کو باندھتے تھے، پانی لانے والے جانوروں کو خود چارہ ڈالتے تھے، بکری خود دوہتے تھے، اپنے ذاتی کام بھی خود کر لیتے تھے۔ خادم سے کوئی کام لیتے تو اس میں اس کا ہاتھ بھی بٹاتے تھے حتیٰ کہ اس کے ساتھ مل کر آٹا بھی گوندھ لیتے تھے۔ بازار سے اپنا سامان خود اٹھا کر لاتے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صفحہ 176 حدیث 271، 272، 273 باب الثانی فصل فی تواضعہ ﷺ مطبوعہ جائزۃ دبی الدولیۃ للقرآن الکریم 2013ء)

(وسائل الوصول إلی شمائل الرسول ﷺ جلد 1 صفحہ 241۔ دار المنہاج جدہ 1425ھ۔ از الشاملہ)

آج کل گھروں میں بعض مرد بڑا تکبر دکھاتے ہیں۔ کپڑے وقت پر نہ دھلیں تو گھر میں فساد کھڑا ہو جاتا ہے حالانکہ اب تو ہاتھ سے نہیں دھونے، واشنگ مشین گھر میں موجود ہے، خود بھی وہ واشنگ مشین میں کپڑے ڈال سکتے ہیں لیکن پھر بھی اتنی بھی تکلیف نہیں کرنی۔ جھاڑو تو پھرنا اب رہا نہیں ہر جگہ hoover ہیں، آرام سے hoover پھیرا جا سکتا ہے لیکن وہاں بھی نخرے ہوتے ہیں اور اس وجہ سے گھروں میں فساد ہو رہا ہوتا ہے۔ پس احمدی ہو کر ہمیں اپنے نمونے دکھانے چاہئیں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باہر کی زندگی دیکھیں تو اس میں بھی آپؐ کے اعلیٰ نمونے ایک مثال ہیں۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ ”متکبر خدا تعالیٰ کے تخت پر بیٹھنا چاہتا ہے۔ پس اس قبیح خصلت سے ہمیشہ پناہ مانگو۔ خدا تعالیٰ کے تمام وعدے بھی خواہ تمہارے ساتھ ہوں مگر تم جب بھی فروتنی کرو۔ کیونکہ فروتنی کرنے والا ہی خداتعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیاں اگرچہ ایسی تھیں کہ تمام انبیائے سابقین میں اس کی نظیر نہیں ملتی مگر آپؐ کو خدا تعالیٰ نے جیسی جیسی کامیابیاں عطا کیں آپ اتنی ہی فروتنی اختیار کرتے گئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص آپؐ کے حضور پکڑ کر لایا گیا۔ آپؐ نے دیکھا تو وہ بہت کانپتا تھا اور خوف کھاتا تھا مگر جب وہ قریب آیا تو آپ نے نہایت نرمی اور لطف سے دریافت فرمایا کہ تم ایسے ڈرتے کیوں ہو؟ آخر میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہی ہوں اور ایک بڑھیا کا فرزند ہوں۔“

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 258)

پھر ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجزی اور انکساری کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”خالی شیخیوں سے اور بے جا تکبّر اور بڑائی سے پرہیز کرنا چاہیے اور انکساری اور تواضع اختیار کرنی چاہیے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ حقیقتاً سب سے بڑے اور مستحق بزرگی تھے ان کے انکسار اور تواضع کا ایک نمونہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ لکھا ہے کہ ایک اندھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر قرآن شریف پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن آپؐ کے پاس عمائدِ مکہ اور رؤسائے شہر جمع تھے اور آپؐ ان سے گفتگو میں مشغول تھے۔ باتوں میں مصروفیت کی وجہ سے کچھ دیر ہو جانے سے وہ نابینا اُٹھ کر چلا گیا۔ یہ ایک معمولی بات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق سورت نازل فرما دی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر میں گئے اور اسے ساتھ لا کر اپنی چادر مبارک بچھا کر بٹھایا۔“

آپؑ فرماتے ہیں کہ ”اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں عظمت الٰہی ہوتی ہے ان کو لازماً خاکسار اور متواضع بنا ہی پڑتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی بے نیازی سے ہمیشہ ترساں و لرزاں رہتے ہیں

آنانکہ عارف تر اند ترساں تر“

کہ وہ لوگ جو زیادہ جانتے ہیں زیادہ ڈرتے ہیں ”کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نکتہ نواز ہے اسی طرح نکتہ گیر بھی ہے۔ اگر کسی حرکت سے ناراض ہو جاوے تو دم بھر میں سب کارخانہ ختم ہے۔ پس چاہیے کہ ان باتوں پر غورکرواور ان کو یاد رکھو اور عمل کرو۔“(ملفوظات جلد 10 صفحہ 343-344)

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جو ہمیں نصیحت فرمائی وہ یقیناً ہمیشہ ہمارے لیے عمل کے لیے ہے اور جو نصیحتیں ہیں آپؐ کی وہ یقیناً ہمیں فکر میں ڈالنے والی ہونی چاہئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ فرمایا۔ تم میں سے کوئی بھی اپنے اعمال کی وجہ سے نجات نہیں پائے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! آپؐ بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں بھی اپنے اعمال کی وجہ سے نجات نہیں پاؤں گا لیکن اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت کے سائے میں لے لے گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا پس تم سیدھے رہو اور شریعت کے قریب رہو اور صبح اور شام اور رات کے اوقات میں عبادت کرو اور میانہ روی اختیار کرو۔ تم اپنی مراد کو پہنچ جاؤ گے۔ عبادت کرو اور درمیان کا رستہ اختیار کرو۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 753 حدیث 10688 مسند ابو ہریرہ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

میانہ روی ہر معاملے میں ضروری ہے۔ دنیا داری میں نہ پڑ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا داری کا جائز اختیار دیا ہے لیکن میانہ روی ہونی چاہیے۔ خدا نہ بھول جائے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے حق ادا کرنے ہیں وہاں اس کی طرف توجہ کرو۔ جو کاروبار ہے اس کی طرف توجہ کرو اور اس کے جو حق ہیں وہ ادا کرنے کی کوشش کرو لیکن دنیا داری خدا تعالیٰ کے حق کے مقابلے پہ نہیں ہونی چاہیے۔ دین دنیا پر ہمیشہ مقدم ہونا چاہیے۔ جب یہ ہو گا تو آپؐ نے فرمایا تم اپنی مراد کو پہنچ جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کا رحم تمہیں مل جائے گا، فضل مل جائے گا۔ پس جہاں اس بات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجزی کا اظہار ہوتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف کا بھی اظہار ہو رہا ہے اور فرمایا کہ جب میرا یہ حال ہے تو تم لوگوں کو کس قدر خدا تعالیٰ کو راضی کرنے اور اس کا رحم مانگنے کی فکر کرنی چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا رحم اور فضل ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے انعاموں کا وارث بناتا ہے اور ہمیں یہ نہیں پتہ کہ کس ذریعہ سے قبول کیے جائیں گے اس لیے اس رحم اور فضل کو حاصل کرنے کے لیے اپنی عبادتوں اور اعلیٰ اخلاق کی طرف ہمیں توجہ کرنی چاہیے۔

ظاہری حالت بھی اور انسان کے چہرے کے تاثرات بھی اس کے اخلاق کی عکاسی کرتے ہیں اس بارے میں صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کس طرح بیان کرتے ہیں۔ حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش اخلاق تھے۔ (صحیح البخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی حدیث 3549)

لوگ خوش شکل ہوں تو تکبّر پیدا ہو جاتا ہے۔ آپؐ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے خدا! جس طرح تو نے مجھے خوش شکل بنایا ہے اسی طرح خوب سیرت بھی بنا دے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 288 حدیث 25736 مسند عائشہ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

یہ زندگی کے چند پہلو ہیں جو میں نے ابھی بیان کیے ہیں جن سے آپؐ کی سیرت کی خوبصورتی روشن ہو کر نظر آتی ہے لیکن عاجزی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں کہ میری سیرت میرے اخلاق میرے عبادت کے معیار ہمیشہ ایسے ہوں جو تجھے اور تیری مخلوق کو پسند ہوں۔

پھر ایک اور صحابی گواہی دیتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کا چہرہ متبسم نہیں دیکھا اور مسکرانے والا نہیں دیکھا۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب ما رایت احدا اکثر تبسما حدیث 3641)

اُم معبد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے بارے میں یوں بیان کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور سے دیکھنے میں لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے اور قریب سے دیکھنے میں انتہائی شیریں زبان اور عمدہ اخلاق والے تھے۔

(مستدرک علی الصحیحین للحاکم جلد 3 صفحہ 10-11 کتاب الہجرۃ حدیث 4274 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ آپؐ لوگوں میں سب سے زیادہ فراخ سینہ تھے اور گفتگو میں لوگوں میں سب سے زیادہ سچے تھے اور ان میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے اور معاشرت و حسن معاملگی میں سب سے زیادہ معزز تھے اور محترم تھے۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب وصف آخر من علی حدیث 3638)

آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی بے شمار مثالیں اور اخلاق کے بے شمار مثالیں ہیں۔ آپؐ کے اخلاق کے کسی پہلو کو بھی لے لو وہ آپؐ میں کامل اور مکمل نظر آتا ہے اور یہی اسوہ ہے جسے اپنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ پس اگر ہم نے دنیا کو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چہرہ دکھلانا ہے تو آپؐ کے اُسوے کے ہر پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے عمل اور قول سے وہ چہرہ دکھانا ہو گا تبھی ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا بھی حق ادا کر سکیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت کے لیے اس زمانے میں بھیجا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق کا ذکرکرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”ہاں جو اخلاق فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰ سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام ان اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: 5) تُو خُلقِ عظیم پر ہے اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہو گا کہ جہاں تک درختوں کے لیے طول و عرض اور تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ و شمائل حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامّہ نفس محمدی میں موجود ہیں۔ سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔“

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 606 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

پھر آپؑ فرماتے ہیں ”وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُرزور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا ...... وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالَم کا عالَم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النّبیّین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیساکہ یونس اور ایوب اور مسیح بن مریم اور ملاکی اور یحیٰ اور زکریا وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اُسی نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

(اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اس کامل نبی کی امت میں آنے کا حق ادا کرنے والے ہوں اور اس خوبصورت اور روشن چہرے کو دنیا کے سامنے پیش کر کے دنیا کے اندھیروں کو دور کرنے والے بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

پروفیسر راجا نصراللہ خان

بعض قابل غور، فکرانگیز اہم اقتباسات

معروف علمی شخصیت ڈاکٹر صفدر محمود اپنے مضمون ''کیا قائداعظم سیکولر تھے؟'' (مطبوعہ نوائے وقت) کے آغاز میں تحریر کرتے ہیں:

''قائداعظمؒ کے کردار کی عظمت پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور زمانہ گواہ ہے کہ وہ ایک سچے کھرے بااصول اور باوقار انسان تھے۔ انکے بدترین دشمن بھی ان کے کردار کی عظمت کے معترف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانان ہندو پاکستان ان پر جان چھڑکتے تھے اور ان پر اندھا اعتماد کرتے تھے۔ میرے نزدیک قائداعظمؒ کی راست گوئی اور عظمت کردار سیرت النبی کے گہرے مطالعے کا اعجاز تھی......ان کی تقریریں اور ان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ان کے باطن اور دل کی گہرائیوں کی عکاسی کرتے تھے اور انہوں نے کبھی عوام کو جذبات میں بہلانے بہکانے یا اپنے بارے میں غلط تاثر دینے کی کوشش نہیں کی۔'' (کالم نمبر1)

صاحب مضمون آگے چل کر لکھتے ہیں:

''انہوں نے مسلمانوں کے حقوق مسلمانوں اور اسلام کے مستقبل کے حوالے سے سینکڑوں تقریریں کیں اور ان میں بار بار کہا......جمہوریت ہمیں اسلامی ورثے میں ملی ہے اسوہ حسنہ ہمارے لئے نمونہ ہے اور نبی کریم نے جس طرح یہودیوں اور دوسری اقلیتوں سے معاہدے کئے ہم انہی اصولوں سے روشنی حاصل کر کے اقلیتوں کو برابر کے حقوق دیں گے۔ ظاہر ہے کہ قائداعظمؒ بار بار یہ باتیں صرف اس لئے کرتے رہے کہ یہ ان کی سوچ و فکر اور باطنی شخصیت کا پختہ حصہ تھیں۔'' (کالم نمبر2)

ڈاکٹر صفدر محمود آگے چل کرایک کتاب کا حوالہ دیتے ہیں:

''تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی'' کے مصنف منشی عبدالرحمن نے صفحہ نمبر 111پر لکھا ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی کے خواہرزادے مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت تھانوی نے مجھے بلایا اور فرمایا میں خواب بہت کم دیکھتا ہوں مگر آج میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ ایک بہت بڑا مجمع ہے گویا کہ میدان حشر معلوم ہو رہا ہے۔ اس مجمع میں اولیا علما اور صلحا کرسیوں پر بیٹھے ہیں اور مسٹر محمد علی جناح بھی عربی لباس پہنے ایک کرسی پر تشریف فرما ہیں۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ اس مجمع میں کیسے شامل ہو گئے تو مجھ سے کہا گیا کہ محمد علی جناح آج کل اسلام کی بڑی خدمت کر رہے ہیں اسی واسطے ان کو یہ درجہ دیا گیا ہے۔''

یقیناً اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا اتنا صلہ تو ضرور ہو گا۔

انہی مولانا اشرف علی تھانوی نے 4 جولائی 1943ء کو مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی کو طلب کیا اور فرمایا ''1940ء کی قرارداد پاکستان کو کامیابی نصیب ہو گی۔ میرا وقت آخری ہے میں زندہ رہتا تو ضرور کام کرتا مشیت ایزدی یہی ہے کہ مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ وطن قائم ہو جو قیام پاکستان کیلئے جو کچھ ہو سکے کرنا اور اپنے مریدوں کو بھی کام کرنے پر ابھارنا۔'' (کالم نمبر4، 5)

(بحوالہ'' قائداعظم کا مذہب اور عقیدہ'' از منشی عبدالرحمٰن صفحہ نمبر249)

ڈاکٹر صفدر محمود اپنے مضمون کے آخر پر لکھتے ہیں:

''قائداعظمؒ سیاست میں مذہب کے عمل دخل کو پسند نہیں کرتے تھے اور شاید وہ سمجھتے تھے کہ مذہب اور سیاست کے ملاپ سے انتہا پسندی کے دروازے کھلیں گے جس سے مسلمانوں اور بعدازاں پاکستانی قوم کا اتحاد بری طرح متاثر ہو گا۔'' (کالم نمبر5)

(نوائے وقت مورخہ 27۔اگست 2012ء۔ادارتی صفحہ)

قائداعظم کے دو زریں اصول

(i)(بحوالہ نوائے وقت 21-10-2019صفحہ آخر)

'' ہم مسلمان ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب پر یقین رکھتے ہیں۔ پس ہمارے لئے لازمی اور ناگزیر ہے کہ ہم ملت کی حیثیت سے بھی ایک ہوں۔''

(قبائلی سرداروں سے خطاب، پشاور۔17۔اپریل 1948)

(ii)(بحوالہ نوائے وقت 14-7-2019صفحہ آخر)

''حکومتیں بنتی ہیں حکومتیں گرتی ہیں لیکن آپ کے کاندھوں پر ایک عظیم ذمہ داری آجاتی ہے۔ آپ کو اس لئے بھی تکلیف پہنچ سکتی ہے کہ آپ غلط کام کی بجائے صحیح کیوں کررہے ہیں۔ آپ کو قربانی دینی ہوگی اور میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ بڑھیں اور قربانی دیں خواہ آپ بلیک لسٹ ہو جائیں یا پریشانی اور تکلیف میں مبتلا کر دیئے جائیں۔ آپ کی انہی قربانیوں سے حالات بدلیں گے۔''

(افسران حکومت سے خطاب، پشاور14۔اپریل 1948ء)

علامہ ڈاکٹر محمداقبال کے کچھ اہم اقوال

(الف)مشاہدے اور تجربے کی تلقین

(بحوالہ نوائے وقت 30-6-2019صفحہ آخر)

''قرآن کریم کے ہر صفحے پر انسان کو مشاہدے اور تجربے کے ذریعے علم حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور منتہائے نظریہ بتایا گیاہے کہ قوائے فطرت کو مسخر کیا جائے۔ اگر وہ قوائے فطرت پرغلبہ حاصل کر لیں گے تو تاروں سے بھی پرے پہنچنے کے قابل ہو جائیں گے۔'' (اسلامیہ کالج لاہور میں خطاب سے اقتباس)

(ب)پندرھویں صدی عیسوی میں یورپ کی ترقی کا آغاز

(بحوالہ نوائے وقت 27-10-2019 صفحہ آخر)

''میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اسلام مغربی تہذیب کے تمام عمدہ اصولوں کا سرچشمہ ہے۔ یورپ میں علم کا چرچا مسلمانوں کی ہی یونیورسٹیوں سے ہوا تھا۔ یورپ کے طلبہ آ کر تعلیم حاصل کرتے اور پھر اپنے حلقوں میں علوم و فنون کی اشاعت کرتے تھے۔'' (ماخوذ از '' فکر اقبال میں سائنس کا مقام'')

(ج) ''ہم روز بروزاسلام سے دور ہٹ رہے ہیں''

(بحوالہ نوائے وقت 25-11-2019 صفحہ آخر)

(i) ''میرے نزدیک اس وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی ضرورت فقہ اسلامی کی تشکیل جدید ہے۔ بحالت موجودہ ہم روز بروز اسلام سے دور ہٹ رہے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہیں وہ سیاسی و اجتماعی مسائل جنہوں نے موجودہ زمانے میں ایک خاص شکل اختیار کرلی ہے۔ علماء ان مسائل کو سمجھیں اورحالات کو اسلامی شرائع کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔''

(ماخوذ از ''اقبالیات'' مرتبہ عبداللہ شاہ ہاشمی)

(ii) ''چونکہ ہمارے فقہاء کو ایک عرصہ دراز سے عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں تھا اور عصر جدید کی داعیات سے بالکل بیگانہ ہیں لہٰذا اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم اس میں ازسرنو قوت پیدا کرنے کیلئے اس کی ترکیب و تعمیر کی طرف متوجہ ہوں۔''

(ماخوذ از ''خطبات اقبال کا پس منظر'')

(بحوالہ نوائے وقت 30-11-2019 صفحہ آخر)

(د)عبادت گاہوں کی حفاظت کرنا فرض ہے۔

(بحوالہ نوائے وقت 1-9-2019صفحہ آخر)

''جو مذہب دوسرے مذہبوں کیلئے بدخواہی کے جذبات رکھتا ہو وہ نیچ اور کینہ فطرت ہے۔ میں دوسرے مذہبوں کا احترام کرتا ہوں اور یہی نہیں بلکہ قرآنی تعلیمات کے مطابق ان کی عبادات گاہوں کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔''

(کتاب ''افکاراقبال'' مصنف ڈاکٹر جاوید اقبال فرزند اقبال)

(ر) فرقوں کی بھرمار

(بحوالہ نوائے وقت 12-11-2019صفحہ آخر)

''اور باتیں تو خیر ابھی تک ان (ملاؤں کے) مذہبی نزاعوں کا ہی فیصلہ نہیں ہوا۔ آئے دن ایک نیا فرقہ پیدا ہوتا ہے جو اپنے آپ کو جنت کا وارث سمجھ کر باقی تمام نوع انسانی کو جہنم کا ایندھن قرار دیتا ہے۔ غرضیکہ ان فرقہ آرائیوں نے خیر الامم کی جمعیت کو کچھ ایسی بری طرح منتشر کر دیا ہے کہ اتحاد و یگانگت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔''

(کتاب ''افکار اقبال''مصنف ڈاکٹر جاوید اقبال فرزند علامہ محمد اقبال)

(س) ''مسلمان کافروں'' کی طویل فہرست

(بحوالہ نوائے وقت 14-11-2019صفحہ آخر)

''مولوی صاحبان کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی شہر میں دو جمع ہو جائیں تو حیات مسیح یا آیات ناسخ و منسوخ کیلئے باہمی نامہ و پیام ہوتے ہیں اور اگر بحث چھڑ جائے اور بالعموم بحث چھڑ جاتی ہے تو جوتیوں میں ایسی دال بٹتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ پرانا علم و فضل جو علمائے اسلام کا خاصہ تھا نام کو بھی نہیں۔ ہاں مسلمان کافروں کی ایک فہرست ہے کہ اپنے دست خاص سے اس میں روزبروز اضافہ کرتے رہتے ہیں۔''

(''افکار اقبال'' مصنف ڈاکٹر جاوید اقبال)

آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس 1906ء تا 1943ء

مندرجہ بالا عنوان کے تحت نوائے وقت (30-12-1990) میں آل انڈیا مسلم لیگ کے مختلف شہروں میں ہونے والے اجلاسات کی تاریخ اور ان کے صدور کے نام درج کئے گئے ہیں ۔ دہلی میں ہونے والے اجلاسات کے تحت درج ہے:

''26-27دسمبر1931ء سر ظفر اللہ خان''

(نوائے وقت لاہور۔مورخہ 30دسمبر1990۔رنگین صفحہ)

اور روزنامہ ''جنگ سنڈے میگزین''(7-2-2016)میں 1947ء سے لے کر 2011ء تک کے تمام وزرائے خارجہ پاکستان کے نام اور منصب کا دورانیہ شائع کیا گیا ہے۔

پہلے نمبر پر درج ہے (وزیر خارجہ)سر ظفر اللہ خان 27 دسمبر 1947 تا 24 اکتوبر1954ء

(''جنگ سنڈے میگزین''مورخہ 7۔فروری 2016ء صفحہ 4)

مندرجہ بالا کالم کے شروع میں نوٹ دیا گیا ہے جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:

''پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان تھے جنہوں نے 27 دسمبر1947ء کو اس اہم منصب کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔''

''نقل کفر کفر نباشد''

پاکستان اور قائد اعظم کے ایک شدید مخالف مولوی نے اپنے تعصب اور بغض کی وجہ سے جو شرمناک الفاظ استعمال کئے وہ ہمیشہ انصاف پسند سامعین اورقارئین نے دکھ بھرے دل سے سنے اور پڑھے ہیں،اور اس واقعہ کو حال ہی میں نوائے وقت کے سینئرصحافی اسد اللہ غالب نے اپنے کالم ''اندازِ جہاں''(6-5-2019)میں پھر سے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''قائد اعظم کو کافر اعظم کہا گیا۔ اس سے بڑی گالی قائد محترم کو کیا دی جا سکتی تھی مگر قائد اعظم اس پر بر افروختہ نہیں ہوئے اور بات آئی گئی ہو گئی۔ مگر کافرا عظم کہنے والے شخص پر پاکستان بننے کے بعد مقدمہ چلا اور وہ بھی سپریم کورٹ میں۔ اس کی

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
ONLINE EDITION
ANDROID APP ON Google play
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

پوری تفصیل سمیع الحق کی کتاب ’’خطبات مشاہیر‘‘ میں درج ہے اور پوری لذت کے ساتھ۔ اس کتاب میں مقدمے کی کاروائی کے اقتباسات ہیں۔ جج صاحبان نے ملزم سے پوچھا کہ کیا آپ نے قائد اعظم کو کافر اعظم کہا۔ ملزم کا جواب اثبات میں تھا، ججوں نے سوال کیا کہ کیا یہ گالی ہمارے سامنے دہرا سکتے ہو تو ملزم نے کھلکھلا کر جواب دیا کہ جو الفاظ میں لاکھوں کے مجمع کے سامنے کہہ سکتا ہوں، انہیں آپ سات افراد کے سامنے دہرانے میں مجھے کیا عار ہو سکتی ہے ۔ چنانچہ اس نے یہ الفاظ پھر دہرا دیئے۔‘‘

(’’اندازِ جہاں‘‘ مطبوعہ نوائے وقت مورخہ 6 مئی 2019ء صفحہ4کالم نمبر1)

معروف قلمکار فاروق عالم انصاری اپنے طنزیہ مضمون ’’بے حرص فقیر‘‘ میں تحریر کرتے ہیں۔(کالم نمبر2)

’’ایک احراری لیڈر کہا کرتے تھے ۔ ہم ہندو تھوڑی ہیں جو آنے ٹکے پائیوں کا حساب رکھتے پھریں۔ ہمیں صرف وہ چندہ دیں جنہیں ہم پر اعتبار ہے ۔ دوسرے بیشک یہ زحمت نہ فرمائیں۔‘‘

(از مضمون مطبوعہ نوائے وقت مورخہ 2 دسمبر2019ء)

بھٹو صاحب کے سیاسی کرتب

سینئر صحافی اثر چوہان اپنے کالم ’’سیاست نامہ‘‘(نوائے وقت 21-7-2016) میں تحریر کرتے ہیں:

’’صدر سکندر مرزا نے 7۔اکتوبر 1958ء کو مارشل لاء نافذ کر کے اپنی کابینہ میں جنابِ بھٹو کو شامل کیا تو چند ہی روز بعد بھٹو صاحب نے اپنی سیاسی سائنس کا مظاہرہ کرتے ہُوئے صدر سکندر مرزا کے نام اپنے خط میں لکھا تھا کہ ’’جنابِ صدر!آپ قائدا عظمؒ سے بھی بڑے لیڈر ہیں۔‘‘ 20دن بعد جنرل محمد ایوب خان نے صدر سکندر مرزا کو برطرف کر کے خود اقتدار سنبھالا تو بھٹو صاحب نے اُنہیں ’’Daddy‘‘(بابا سائیں)کہنا شروع کرِدیا اور یہ بھٹو صاحب کی ’’سیاسی سائنس‘‘ کا ہی کمال تھا کہ اُنہوں نے صدر جنرل محمد ایوب خان کو ’’غازی صلاح الدّین ایوبی ثانی‘‘ اور ’’ایشیا کا ڈیگال‘‘ مشہور کرِدیا۔‘‘

(نوائے وقت مورخہ 21 جولائی 2016ء صفحہ 3کالم نمبر1)

’’جس روز شیزان ریستوران جلایا گیا‘‘

سینئر صحافی فارق عالم انصاری اپنے کالم ’’خامہ بستی‘‘مطبوعہ نوائے وقت میں بڑے درد سے تحریر کرتے ہیں۔(کالم نمبر2)

’’جس روز مال روڈ کا شیزان ریستوران جلایا گیا ، اس روز لاہور بیچارہ خود بھی روپڑا۔کالم نگار کی شعیب بن عزیز سے پہلی ملاقات اسی شیزان میں ہوئی تھی۔ یہ 1990ء کے ابتدائی مہینوں کی بات ہے جب شیزان کی بالائی منزل میں والد محترم علامہ عزیز انصاری مرحوم و مغفور نے کالم نگار کا تعارف ان گھنی مونچھوں اور تیز شریر آنکھوں والے شعیب بن عزیز سے کروایا۔ اب وہ کون ہے جس نے‘ اب اداس پھرتے ہو گرمیوں کی شاموں میں اور اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں‘ والا شعر پڑھا سنا نہیں؟ ان کے اس شعر کی اتنی دھوم تھی کہ کبھی کبھی تو ایسا بھی گمان گزرتا کہ جیسے انہوں نے صرف یہی ایک اکیلا شعر کہا ہو۔ کالم نگار نے چھوٹتے ہی پوچھا : ’’آپ اپنا دوسرا شعر کب کہہ رہے ہیں؟‘‘ شعیب نے اپنے اس شعر سے اردو زبان کو اک نیا محاورہ بخشا ہے۔‘‘ (از مضمون مطبوعہ نوائے وقت مورخہ 5۔اگست2019ء)

ایڈیشنل جج ہائیکورٹ شیخ بشیر احمد صاحب کی اعلیٰ ظرفی کی مثال

سابق امیر جماعت احمدیہ لاہور محترم شیخ بشیر احمد صاحب ایک اعلیٰ پائے کے وکیل تھے جنہیں صدر ایوب خان کے دور میں ایڈیشنل جج ہائیکورٹ(لاہور)مقرر کیا گیا۔ جناب ارشاد حسن خان(سابق چیف جسٹس پاکستان) اپنے مضمون ’’ججوں کا ضابطہ اخلاق اور ریفرنسز‘‘(مطبوعہ نوائے وقت 1-7-2019)کے کالم نمبر 2میں تحریر کرتے ہیں:

’’دوسرا ریفرنس جسٹس اخلاق حسین کیخلاف تھا۔ انہوں نے اس کا سامنا کیا۔ وہ قابل ججوں میں شمار ہوتے تھے، ان کے رویوں میں جارحانہ پن تھا ، وکلاء پر برہم ہوتے ان کو خوب ڈانٹتے۔ انکے ٹیکس ریٹرن میں کچھ سقم پائے گئے۔ وہ خود کونسل میں پیش ہوئے۔ کونسل کو جسٹس کارنیلیئس ہیڈ کر رہے تھے۔ سماعت کے دوران گرمی سردی ہوئی۔ کورٹ کا ماحول کشیدہ رہا، فیصلہ ان کیخلاف آیا۔ کورٹ میں جو کچھ ہوا ان کو گرفتاری کا خدشہ تھا، سو انہوں نے ضمانت قبل از گرفتاری کی درخواست دی جو ایڈیشل جج شیخ بشیر احمد کے سامنے لگی۔یہ سول لاء کے ماہر تھے۔یہ کئی بار بطور وکیل اخلاق حسین کی عدالت میں پیش ہونے پر جھاڑیں کھا چکے تھے۔ اخلاق صاحب ضمانت کیلئے پیش ہوئے، میں اس وقت عدالت میں موجود تھا، اس موقع پر اخلاق حسین پریشان تھے مگر ان کی بات سنے بغیر شیخ بشیر احمد نے ان کو شخصی ضمانت دینے کا حکم صادر کر دیا۔‘‘

(از مضمون مطبوعہ نوائے وقت مورخہ یکم جولائی 2019ء ۔ ادارتی صفحہ)

مختلف کیسز کی سماعت کے دوران چیف جسٹس پاکستان

جناب آصف سعید کھوسہ کے ریمارکس (اخباری سرخیاں)

(الف)(نوائے وقت مورخہ 11 مئی 2019ء صفحہ 1)

ملک میں سب سے بڑا مسئلہ جھوٹ اور دھوکہ۔

پڑھے لکھے لوگ دھوکہ دیں گے تو ان پڑھ کیا کریں گے۔

(ب)(نوائے وقت مورخہ 29 جون 2019ء صفحہ1کالم نمبر1تا3)

سچ بولنے کی ہمت نہیں تو انصاف بھی نہ مانگیں۔

سچ کے بغیر انصاف نہیں ہوسکتا، اللہ کا حکم ہے سچی گواہی دو۔

(ج)(نوائے وقت مورخہ 28-8-2019صفحہ1کالم نمبر4)

جہاں بھی سچ کو جھوٹ سے ملائیں گے سب برباد ہوجائے گا۔

اللہ کا حکم ہے سچ کو غلط نہ کرو۔

(د)(نوائے وقت مورخہ 2 دسمبر2019ء صفحہ 1کالم نمبر1تا5)

ہمارا آئین اور مختلف قوانین عورتوں کو خاص حقوق دیتے ہیں۔

آئین میں اقلیتوں سمیت ہر شہری کو مساوی حقوق حاصل ہیں۔

قانون کی نظر میں کوئی بھی حقیر یا بالا تر نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں انصاف کرنے اور امانتوں کو خیانت کے بغیر لوٹانے کا حکم دیتا ہے۔

کتاب’’شہیدان وطن‘‘تحریرو تحقیق ایم ۔آر۔شاہد ناشر الفیصل۔ غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور

(احمدی سپوت کے نمایاں کارنامے)

’’سکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد شہید نے4 ستمبر1965ء کو چھمب کے محاذ پر پاک فوج کی مدد کی اور دشمن کے متعدد ٹینک اور گاڑیاں تباہ کردیں۔ یہ ان کا پہلا مشن تھا جو انتہائی کامیاب تھا۔ اس کے بعد 11 ستمبر تک متعدد کامیاب حملے کئے۔ ہر مشن کیلئے رضاکارانہ طور پر آگے بڑھے اور شہادت کی تمنا لے کر دشمن پر تابڑ توڑ حملے کرتے رہے۔ ایک مہم میں آپ نے دشمن کے نیٹ طیاروں سے مڈبھیڑ میں دشمن کا طیارہ تباہ کیا اور محفوظ رہے۔ مگر آپ کی دلی خواہش امرتسر کے ریڈار کی تباہی تھی۔ اس ریڈار سٹیشن کی تباہی بہت ضروری تھی۔ اس کی حفاظت کے لئے بھارت نے زبردست حفاظتی انتظامات کئے ہوئے تھے اور جدید اسلحے سے لیس فوج اس کی حفاظت پر مامور تھی۔ منیر بار بار ریڈار تباہ کرنے جاتے مردانہ وار جان سے بے نیاز آگ اور گرج کے طوفان میں کافی دیر تک بمباری کرتے ۔ 11 ستمبر کو انہوں نے آخری بھرپور اور کامیاب حملہ کیا اور ریڈار سٹیشن کو تباہ کرکے رکھ دیا۔ آپ کا مشن پورا ہوگیا تھا۔ دشمن کی طیارہ شکن توپیں لگاتار آپ کے جہاز پر آگ برسارہی تھیں کہ چند گولے آپ کے جہاز کو لگے اور آپ جام شہادت نوش کر گئے۔ ان کی شجاعت کی عظیم داستانیں غازیوں کا خون گرماتی رہیں گی۔‘‘(صفحہ161)

(کتاب ’’شہیدانِ وطن‘‘ ازایم آر شاہد)

’’حکومت پاکستان نے انہیں ستارۂ جرأت سے نوازا‘‘۔

(’’جنگ سنڈے میگزین‘‘ 6-9-2015صفحہ12کالم نمبر4)

اور متذکرہ میگزین کے صفحہ 28پر وطن عزیز کے جانباز سپوت کو یوں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے:

’’ان کے طیارے کا ملبہ امرتسر شہر کے مشرقی مضافات میں گرا اور اس جری بہادر جنگ جُو نے پاک فضائیہ کی زریں روایات کو برقرار رکھتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔‘‘

(’’جنگ سنڈے میگزین‘‘مورخہ6 ستمبر2015ء صفحہ 28کالم نمبر3)

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اے وطن ہم ہیں تیری شمع کے پروانوں میں
زندگی ہوش میں ہے جوش ہے ایمانوں میں

13مارچ 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:17	18:29
مدینہ منورہ		05:16	18:29
قادیان		05:20	18:35
ربوہ		04:59	18:15
اسلام آباد ٹلفورڈ		04:29	18:05